پس آئینہ

رابعہ دُور کارپٹ پر آرام سے بیٹھی شاید بٹن ٹانک رہی تھی یا کچھ سی رہی تھی۔ اس نے احساسِ تفاخر سے تمتماتا ہوا زرتاج کا چہرہ دیکھا...... ایک بے عنوان سا دُکھ اس کی رگوں میں اُتر گیا۔

"بلکہ حد یہ ہے......" زرتاج مزید گویا ہوئی۔ "اگر میں ہفتے بھر کہیں نہ جاؤں تو عارف خود ہی باہر نکلنے کا کوئی نہ کوئی سبب نکال لیتے ہیں۔ آج کہہ کر گئے ہیں کہ کھانا باہر کھائیں گے، تیار رہنا۔"

"بھابی......! آپ چلیں گی......؟" زرتاج نے رابعہ کی سمت دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں......!" اس نے مختصر اور قطعی انداز میں انکار کر دیا۔

"بھابی......! کبھی کبھار تھوڑی سی جرأت کر کے نکل جایا کریں۔ کیا قیامت لے آئیں گے آصف بھائی۔ دراصل وہ آپ کی اس بزدلی سے......"

"ایسی کوئی بات نہیں، بس میرا خود ہی دل نہیں چاہتا۔ وہ بے چارے کیا کہتے ہیں۔"

اس نے دھیمی آواز اور پرسکون لہجے میں اس کی بات کاٹ دی اور باہر چلی گئی۔

"یہ لو...... وہ بے چارے کیا کہتے ہیں......؟" زرتاج کے لہجے میں حیرت آمیز طنز تھا۔

"بنوائیں بھئی...... اپنی درگت ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

اپنی سہیلی کی طرف دیکھ کر زرتاج نے استہزائیہ انداز میں شانے اُچکائے تھے۔

• • •

عاطف کی دُلہن کی بہت خواہش تھی کہ ان کا اپنا علیحدہ گھر ہو۔

اللہ نے ان کی آرزو پوری کر دی۔ انہوں نے نئے گھر کا افتتاح اس طرح کیا کہ دوپہر کو میلاد و قرآن خوانی کا اہتمام کیا اور رات کو شاندار ضیافت دی۔

ایک ہفتہ قبل زرتاج کے سر پر یہ تقریب سوار ہو گئی تھی۔

فیشل سے تیاری کا آغاز ہوا تو کلفٹن کے مہنگے ترین شاپنگ سینٹر میں خریداری اپنے انجام کو پہنچی۔

رابعہ نے زرتاج کی یہ پُر اہتمام تیاری دیکھی تو اسے بھی دھیان آیا کہ تقریب کی

مناسبت سے نیا جوڑا بنوا لیا جائے۔

حسبِ عادت رکھے ہوئے بغیر سلے کپڑوں میں سے ایک قیمتی پلین سوٹ نکال کر ساس کے سامنے رکھا۔

"امی......! بھابی کے ہاں پہننے کے لئے یہ سلوا لوں......؟" وہ اجازت لے رہی تھی گویا، زہرہ آپا نے کپڑے کو تنقیدی نظروں سے دیکھا۔

"منجھلی دُلہن......! یہ تو بوڑھوں جیسا رنگ ہے۔ کپڑا لاکھ قیمتی سہی مگر...... تم ایسا کرو...... آصف کے ساتھ جا کر کوئی شوخ رنگ کا ریڈی میڈ سوٹ لے آؤ۔ بہت اچھے اچھے ڈیزائن دیکھنے میں آ رہے ہیں، یہی تو عمر ہے...... فیشن بھی ایک خاص عمر تک سجتے ہیں، تم تو وقت سے پہلے خود پر بڑھاپا سوار کئے ہوئے ہو۔" انہوں نے محبت آمیز سرزنش کی۔

"امی......! آپ کہہ دیجئے گا۔"

رابعہ کی عجیب مشکل تھی۔ ساس کے مشورے کو نظرانداز نہیں کر سکتی تھی۔ آصف سے فرمائش بھی نہیں کر سکتی تھی۔ شاید اپنی صلح جو اور امن پسند طبیعت سے مجبور تھی۔

"اے لو...... اب یہ بھی میں ہی کہوں اس سے......؟" زہرہ آپا کو تعجب ہوا۔

رابعہ نے تھوڑا سا جھینپ کر...... نظریں جھکا لیں۔

"مجھے ان کے غصے سے ڈر لگتا ہے امی......! فضول میں......" وہ چپ ہو گئی۔ بات اُدھوری چھوڑ دی تھی۔

"خدا معلوم کیا ہو تم...... اتنے برس کی بیاہتا ہو، آج کل تو اتنی احتیاط اور لحاظ نو بیاہتا میں نہیں ہوتا۔" زہرہ آپا نے پیار بھری خفگی سے اسے دیکھا۔

"اچھا تم اپنے ذہن سے بوجھ ہٹاؤ، کہہ دوں گی میں ہی۔"

رابعہ ہاتھ میں پکڑا ہوا کپڑا واپس رکھنے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

• • •

زرتاج کی آج کل ذرا حالت بھی اور قسم کی ہو رہی تھی، اس لئے ناز و انداز بھی اور بڑھ گئے تھے۔

مہندی کی بھاگ دوڑ اپنے مخصوص رنگ میں جاری تھی۔

چھوٹی بھابی کا دُور دُور تک نام ونشان نظر نہیں آ رہا تھا۔

''بڑی دُلہن.....! زرتاج نہیں نظر نہیں پڑیں، دیر ہوگئی۔'' زہرہ آپا ایک بہو سے دوسری بہو کا پتا پوچھ رہی تھیں۔

''پتا نہیں امی..... میں نے تو انہیں عصر کے وقت دیکھا تھا..... جس وقت وہ فیشل کرانے پارلر جا رہی تھیں۔''

بڑی دُلہن نے قدرے بگڑے ہوئے تیور کے ساتھ جواب دیا۔

''منجھلی دُلہن کا چھوٹے بچے کا ساتھ ہے، شام سے چولہے کے پاس ہیں..... ارے خیال کرنا چاہئے۔'' زہرہ آپا بڑبڑاتی ہوئی باہر چلی گئیں۔

''ہونہہ.....! ہم صبح سے کولہو کا بیل بنے ہوئے ہیں، کوئی گنتی نہ شمار..... ان کا چھوٹا بچہ ہے تو کیا ہوا..... ہمارا بھی تو بچہ بخار میں پڑا ہوا ہے دو دن سے۔''

انہوں نے ساس کی بڑبڑاہٹ کے جواب میں جوابی بڑبڑاہٹ کر کے گویا ماحول متوازن کرنے کی کوشش کی تھی۔

''سوال تو یہ ہے، زرتاج بھابی غائب کہاں ہوگئیں.....؟'' زہرہ آپا کی سگی بھانجی نے دو طرفہ کارروائی کو لاحاصل دیکھ کر معاملہ نئے سرے سے اُٹھایا۔

''اے لو..... وہ آ گئیں۔'' ایک صدا اُبھری۔

تمتماتے ہوئے چہرے اور سرخ و سبز رنگوں سے نکھرا ہوا قیمتی لباس پہنے وہ کھل کھل کرتی آ رہی تھیں۔

ان کے پیچھے پیچھے عارف یعنی شوہرِ نامدار بھی آ رہے تھے۔

''اُف اللہ..... یہ تیاری بھی ایک تھکا دینے والا عمل ہے۔ میں پہلے ہی عارف سے کہہ رہی تھی، رہنے دیں جو ہے وہی پہن لوں گی۔ مگر یہ نہیں مانے..... فیشن آرکیڈ لے گئے۔ شاپنگ میں دیر ہوئی، پھر پارلر بھی جانا تھا۔ وہاں سے امی کا گھر نزدیک ہے، عارف کہنے لگے گھر میں تو رَش لگا ہوا ہے۔ تم امی کے ہاں اطمینان سے تیار ہو جاؤ۔ سچ، عارف کی یہ عادت کہ میں ہمیشہ سجی سنوری رہوں، اچھا پہنوں، بعض اوقات مجھے سخت ٹینس میں مبتلا کر دیتی ہے مگر ان کا شوق دیکھ کر سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔''

منجھلی بھابی پسینے میں نہائی ہوئی اندر داخل ہو رہی تھیں اور زرتاج کا سارا خطاب اب ان سے تھا۔

زرتاج کی اتنی طویل بات کے جواب میں ان کے چہرے پر کوئی تغیر واقع نہ ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے اپنی چوٹی جوڑے کی شکل میں لپیٹ رہی تھیں۔

جبکہ بڑی بھابی نے جل بھن کر خاک ہوتے ہوئے اچھی بھلی ہاتھ میں پکڑی سیدھی قمیص اُلٹی کر دی۔

''موئی چار بجے سے تمہارے نام کی ڈھنڈیا مچی ہوئی ہے۔ بنو.....! کہیں اِدھر اُدھر بھی ہوتے ہیں تو بتا کر جاتے ہیں، خیر سے ننھی تو نہیں ہو۔''

بڑی بھابی نے سخت الفاظ اور رسان لہجہ اپنا کر قدرے بھڑاس نکالی۔

''لیجئے..... مجھ بن یہاں کون سے کام رُکے پڑے ہیں یا میرے ہاتھ سے ''ہپا'' کھاتے ہیں کہ میں نہیں تھی تو بھوکے بیٹھے رہے.....؟''

چھوٹی دُلہن نے تیوری پر بل ڈال کر سوال کیا۔

''خیر..... کام کس کے رُکے ہیں۔''

''مجھے کون سا شوق ہے یہ سب کرنے کا۔ نصیب سے مرد ہی ایسا ملا ہے، شوقین اور رکھ رکھاؤ والا۔ جب دیکھو انہیں بس میرا ہی خیال رہتا ہے کہ یہ پہن لوں یہ اوڑھ لوں، یہ کھا لوں،

وہ پی لوں۔ بھئی اپنے شوہر کی خوشی پوری کرنی ہی پڑتی ہے۔''

چھوٹی دُلہن تو سارا وزن عارف پر ڈال کر ہلکی پھلکی ہو گئیں۔

''بعض عورتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ مر بھی جائیں تو ان کے شوہر پروا نہیں کرتے۔''

منجھلی بھابی نے میز پر رکھے ہوئے چائے کے جھوٹے برتن ٹرالی میں لگاتے ہوئے پھناک سے کچھ اپنے اندر ٹوٹتا ہوا محسوس کیا۔

عارف تو بیوی کا گھیراؤ دیکھ کر فوراً ہی باہر چلے گئے تھے۔ اب کمرے میں تین چار خواتین ہی ''زرتاج'' کی ''شیخی'' کی زَد پر تھیں۔

♦ ♦ ♦

زہرہ آپا بیوگی کے دور سے گزر رہی تھیں۔ بہت سنہرا رو پہلا وقت گزرا تھا میاں کے ساتھ۔

تین بیٹے تھے، تینوں کی شادیاں کر چکی تھیں، ایک بیٹی تھی جس کی شادی کا آج کل ہنگامہ تھا۔

سب سے بڑے عاطف تھے، ان کی شادی کو بھی پندرہواں برس تھا، پانچ بچوں کے باپ تھے۔

ان کی بیگم ان کی سگی پھوپھی زاد ہوتی تھیں۔ نام شہناز تھا، پیار سے ناز کہلاتی تھیں۔

زہرہ آپا کے دوسرے بیٹے آصف تھے۔

نہایت روکھے، تنک رُو، گرم مزاج۔ جتنا بڑا عہدہ تھا، اس سے بڑا دماغ۔

ان کی بیگم ربیعہ، زہرہ کی سگی بھانجی تھیں اور خود آصف کا انتخاب تھیں۔ ان کی شادی کو بھی لگ بھگ دس برس گزر چکے تھے، ان کی صرف دو نرینہ اولادیں تھیں۔

میاں کے مزاج کے بالکل اُلٹ تھیں، خاموش طبع، صابر اور با اخلاق، آصف جتنے لٹھ مار منہ کے صاف گو تھے، وہ اسی قدر مروّت والی تھیں۔

بقول زہرہ آپا کے یہ ربیعہ ہی ہے جو آصف کا گھر بخوبی بسا ہوا ہے، وگرنہ اتنے سخت مزاج انسان کے ساتھ گزارا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔

آصف کے بعد تیسرے نمبر پر عارف تھے، خاصے شوخ وشنگ ورنگین مزاج۔ زہرہ آپا نے ان کے لئے غیروں میں سے نہایت خوبصورت دُلہن کا انتخاب کیا تھا اوران سے بنارائے لئے ہی ان کا رشتہ طے کردیا تھا۔ عارف نے اس عمل کو زیادتی کا نام دیا تو زہرہ آپا نے زمین و آسمان ایک کردیئے اور بیٹے سے بدگمانی کا گلہ کیا......اور واضح کیا کہ انہوں نے جس لڑکی کا انتخاب کیا ہے، اس کی جوڑ کی کوئی لڑکی سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

شاید یہ اس کے حسنِ جہاں تاب کی کشش تھی کہ عارف کا انکار زیادہ دیر انکار نہ رہ سکا اور زرتاج ان کی زندگی میں داخل ہوگئی۔ ان کی حیات میں شریک ہوگئی۔

جتنی حسین تھیں، اتنی نوکیلی تھی۔

شادی کو تیسرا برس تھا۔ اللہ نے خوبصورت بیٹے سے نواز دیا تھا مگر ان کے انداز ہنوز الہڑ دوشیزہ جیسے تھے......لا اُبالی پن، نازنخرے اور ضد۔

بچہ تو زیادہ تر زہرہ آپا کے پاس ہی رہتا تھا۔

اگرچہ وہ اپنی اس حسین وجمیل بہو کی حرکات سے سخت کبیدہ خاطر ہوتی تھیں مگر بیٹے کے سامنے کچھ نہیں کہہ سکتی تھیں کہ وہ مسکرا کر یہی کہتا۔

''آپ کا انتخاب ہے۔''

زرتاج کا رویہ صرف ساس ہی سے برا نہیں تھا۔ بلکہ شہناز اور ربیعہ کے ساتھ بھی اس کا رویہ اور مزاج ناقابلِ برداشت تھا۔

اکلوتی نند کو تو اس نے کبھی قابلِ اعتنا سمجھا ہی نہیں بلکہ اس کی شادی پر شکر کر رہی تھی کہ اچھا ہوا عارف کا......''برڈن'' ختم ہوا۔ اور اب وہ ''ریلیکس'' ہوگئی ہے اور اس پر کوئی اہم سسرالی ذمہ داری نہیں رہی۔

پچیس ہزار کا چیک اس نے ساس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

''امی......یہ ہماری طرف سے......جو آپ لینا چاہیں ہما کے لئے۔''

اور ایک تین تولے کا سیٹ جو کہ عارف نے زبردستی بہن کے لئے لیا تھا۔

جبکہ زرتاج کا خیال تھا کہ پچیس ہزار ''بہت'' ہیں مگر عارف نے تین دن موڈ خراب رکھ کر زرتاج کو یہ سیٹ دینے کے لئے آمادہ کیا تھا۔

یہ اور بات کہ دینے کے بعد زرتاج نے اپنا موڈ کئی دن تک خراب رکھا تھا۔

ساتھ خیریت کے ہما اپنے گھر کی ہوئی۔

زہرہ آپا نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

زرتاج آرام کی غرض سے پندرہ دن کے لئے ماں کے گھر چلی گئی۔ بقول اس کے شادی کی تھکن تو اس کی ہڈیوں میں اُتر گئی ہے۔ یہ نہ سمجھ میں آنے والی تھکن تو نہیں تھی۔ ظاہر ہے پارلر اور بوتیک کے چکروں میں اچھی خاصی توانائی خرچ ہوتی ہے۔

● ● ●

''پورے پندرہ منٹ ہوگئے ہیں مجھے یہاں ٹیبل پر جھک مارتے ہوئے۔'' آصف دھاڑے تھے۔

''میں راجو کو کھانا کھلا رہی تھی، آپ کو بتایا تو تھا۔ اب اسے بیچ میں چھوڑ کر کیسے اُٹھتی۔''

ربیعہ نہایت رسانیت سے کہہ کر کچن کی سمت بڑھ گئی۔

''دراصل تمہیں احساس ہی نہیں ہے، نہیں کھارہا میں کھانا دانا، کھاتی رہو خود ہی۔''

آصف کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور فوراً اپنے بیڈروم میں چلے گئے۔

چند منٹوں کے بعد جب وہاں سے نکلے تو ہاتھ میں گاڑی کی چابی تھی۔ ربیعہ آنسو بھری آنکھوں سے انہیں جاتا دیکھتی رہی۔

''تو کہاں مرگئی تھی......؟'' زہرہ آپا نے ملازمہ زیتون سے ڈپٹ کر پوچھا۔

''جی......صاحب کو تو کھانا بیگم صاحبہ ہی دیتی ہیں۔ ایک دفعہ میں نے دیا تھا تو صاحب بیگم صاحبہ سے لڑے تھے اور پلیٹ توڑ دی تھی۔'' زیتون نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

''کمبخت......! کھانا دینے کو کون کہہ رہا ہے، دیکھ نہیں رہی تھی کہ وہ بچے کو کھانا کھلا رہی ہے تو اتنے میں برتن ورتن تو سنبھالتی، کھانا گرم کردیتی۔ دُلہن......! تم اپنا دل برا نہیں کرو، کھا لے گا باہر......بھوکا نہیں رہے گا۔ ارے تم نے مجھ ہی کو بلا بھیجا ہوتا۔ میں خالی ہی بیٹھی تھی اوپر...... میں کھلا دیتی راجو کو کھانا۔''

ارے بھیا......! کس پر گیا ہے اس کا مزاج......ذرا صبر نہیں، کسی بھی بات میں۔''

وہ بڑبڑاتی ہوئی واپس اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

''کمال ہے..... عارف اور آصف بھائی دونوں سگے بھائی ہیں اور مزاج میں اتنا فرق، عارف کو ٹیبل پر بیٹھ کر انتظار کرنے کو کہوں تو وہ کھانے کا دوسرا وقت وہیں کر سکتے ہیں۔''

زرتاج نے نہایت ناز سے جتایا۔

''اور بھئی..... جب بچے ہو جائیں تو شوہر کو بیوی سے بہت زیادہ تعاون کرنا چاہئے۔ بچے تو دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہوتے ہیں۔

عارف اگر میرے ساتھ یہ سب کریں تو ٹھیک کر دوں ایک منٹ میں..... میں تو کبھی اس قسم کی دھونس برداشت نہیں کر سکتی..... ویسے عاطف بھائی میں بھی اس طرح کا ''جلال'' نہیں ہے۔ آصف بھائی پتا نہیں ایسے کیوں ہیں۔؟

اب آپ بیٹھی رہئے گا افسوس میں..... پروا بھی نہیں کرنی چاہئے ایسے نامہربان کی۔ چلئے اُٹھئے، کھانا کھائیے.....! آپ بھی تو بھوکی بیٹھی رہتی ہیں، ان کے انتظار میں۔''

زرتاج نے ملامت و ہمدردی کا ملا جلا مظاہرہ کیا۔

''تم کھانا کھالو ربیعہ.....!

وہ تو برسنے کا کوئی نہ کوئی موقع نکال ہی لیتا ہے، کیوں جان جلاتی ہو، اُٹھو شاباش۔'' بڑی بھابی نے پیار سے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔

ربیعہ آنسو پیتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

''ربیعہ.....! تم کھانا کھائے بغیر یہاں سے نہیں ہل سکتیں، سمجھیں..... اس پتھر کے فرشتوں کو خبر نہیں ہوگی کہ تم بھوکی ہو یا بھری ہوئی ہو..... شرافت سے کھانا کھاؤ..... ورنہ بلاتی ہوں امی کو۔'' بڑی بھابی نے دھمکی دی۔

''بھابی.....! میری طبیعت اچھی نہیں۔'' وہ تھکے تھکے انداز میں گویا ہوئی۔

''ارے.....! وہ تو تمہاری طبیعت کبھی بھی اچھی نہیں رہنے دے گا۔ تم ہی کو اپنے اندر تبدیلی لانا ہوگی، چلو بیٹھو، کھانا کھاؤ۔''

بڑی بھابی نے اسے بٹھا دیا۔ زرتاج کے مقابلے میں وہ ربیعہ سے نہایت محبت اور عزت سے پیش آتی تھیں، اس لئے کہ اس نے کبھی ان کے مرتبے و مقام کو نظر انداز نہیں کیا تھا،

''بڑی'' ہونے کے ناتے ان کی ہمیشہ عزت کی تھی۔ بڑی بھابی کی طرف سے گویا یہ جوابی کارروائی تھی۔

جب تک ربیعہ نے کھانا نہیں کھا لیا، وہ ڈائننگ روم سے باہر نہیں گئیں۔ جبکہ زرتاج، عارف کی مزید دو چار تعریفیں کر کے اپنے بیڈ روم میں جا چکی تھی۔

♦ ♦ ♦

''بھئی.....! تم میرے نہ آنے کا شکوہ کر کے میری جان ہی جلاتی ہو۔

نعیم تو ایک پورے جلوس پر بھاری ہیں، ان کے ہی کام دھندے ختم ہو کر نہیں دیتے۔ امی کے ہاں کئی کئی دن تک جانا نہیں ہوتا۔ میں تھکا ہوا آیا ہوں۔ تم جانے کی بات کر رہی ہو، ویک اینڈ پر چلی جانا، یہ ہے، وہ ہے۔''

زرتاج کی سہیلی آئی ہوئی تھی۔ زرتاج کے شکوے کے جواب میں ''جوابِ شکوہ'' چل رہا تھا۔

''بھئی.....! میں اس معاملے میں بہت لکی ہوں..... عارف میرے آنے جانے کے معاملے میں بالکل بھی روک ٹوک نہیں کرتے۔ اکثر میرا پروگرام پوچھ کر آفس جاتے ہیں۔ ایک دم ریلیکس رہتی ہوں۔''

زرتاج نے حسب سابق عارف کی مہربانی سے زیادہ اپنی قسمت، بامعنی دیگر خود کو کریڈٹ دیا۔

''واقعی..... تم بہت لکی ہو..... میں تو اگر اپنی مرضی سے چلی بھی جاؤں تو واپسی پر موڈ آف ملتا ہے۔''

سہیلی کو زرتاج کی ''خوش قسمتی'' کے سامنے اپنی ''بدقسمتی'' کا مزید احساس ہوا۔ جیسے دن کی روشنی میں رات کا تصور نہایت سیاہ اور گہرا ہوتا ہے۔

''عارف کے دو بڑے بھائی ہیں۔ سب سے بڑے تو ذرا چڑچڑے بھی کم غصے والے ہیں مگر ان سے چھوٹے آصف، خدا کی پناہ۔ پتا نہیں ربیعہ بھابی کس طرح گزارا کرتی ہیں، اگر ان کی جگہ میں ہوتی.....''

عارف اُن کی سیوا میں مزید مشغول دکھائی دینے لگے تھے۔

وہ جو گنے بندھے کام روزانہ کیا کرتی تھی، اب کرتی تو تھی مگر ''انٹرویل'' کام کے دوران کئی بار ہو جاتا تھا۔

لامحالہ پھر ربیعہ ہی کو اُدھورے کام مکمل کرنے کے لئے آگے بڑھنا پڑتا تھا مگر زرتاج کے دل میں کوئی جذبۂ شکر گزاری پیدا ہوتا نظر نہ آتا تھا۔

جبکہ آرائش وزیبائش کے کام بدستور تھے۔ زہرہ آپا یہ سب دیکھتی تھیں۔ دل ہی دل میں کڑھتی تھیں، مگر گھر میں بدمزگی پیدا ہونے کے خیال سے ہونٹ سئے رہتی تھیں۔

آج بھی عارف کے کوئی دوست شام سے آئے ہوئے تھے۔ ربیعہ ہی نے کئی بار چائے بنا کر بھجوائی تھی اور کھانے پر بھی اہتمام کیا تھا۔

جبکہ آصف حسب عادت ایک دو باتوں پر اس پر اپنی جھلاہٹ کا مظاہرہ کر کے ''فارغ'' ہو چکے تھے۔

شام کو نہا کر گلابی پھولوں کا کرتا شلوار زیب تن کیا تھا۔ بال سوکھ چکے تھے مگر انہیں سمیٹنے اور باندھنے کی فرصت نہیں ملی تھی۔

زرتاج مکمل آرام کی حالت میں تھی۔ البتہ آصف کے خراب موڈ پر ملامت کے ڈونگر برسا کر اور عارف کی تعریف کر کے اس نے اپنا روزانہ کا ''کام'' ضرور کیا تھا۔

عارف کی ''بیٹھک'' کافی طویل ہو گئی تو اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ وہ بہانے سے ان کو جتانے کی غرض سے ڈرائنگ روم کی سمت آئی۔ وہ عارف کے بے تکلف دوستوں کے سامنے آ بھی جاتی تھی اور بات چیت بھی کر لیتی تھی۔

''بس یار......! انسان فطرتاً جلد باز واقع ہوا ہے۔''

عارف کی آواز آئی۔

''مجھے شادی کرنے کا فیصلہ اتنی عجلت میں نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اب تو یہ احساس زیادہ شدت سے ہونے لگا ہے۔'' عارف کی آواز میں عجیب طرح کا دُکھ تھا۔

زرتاج ٹھٹک کر رُک گئی۔

''اور پھر یہ احساس کہ ہم سے زیادتی ہوئی ہے، مزید جان لیوا ہوتا ہے۔ مجھے پتا ہے،''

کہیں اور شادی کبھی نہیں کرے گی۔''

''یار......! اس کی صحت دن بدن گرتی جا رہی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب وہ سنبھلے گی نہیں۔'' عارف کے دوست کی آواز آئی۔

''مجھے احساس ہے۔'' عارف کی شکست خوردہ آواز آئی۔

''یار......! بس افسوس ہی کرتے رہو گے یا اسے سمجھاؤ گے بھی......؟'' عارف کے دوست نے استفسار کیا۔

''کیا سمجھاؤں......؟ ہفتے میں دو بار کم از کم اسے سمجھاتا ہی ہوں کہ جو ہوا بھول جاؤ، کوئی اچھا رشتہ قبول کر کے گھر بسا لو۔''

''ہفتے میں دو بار......'' زرتاج کو چکر سا آ گیا۔

''یار......! بس تم اسے میری بزدلی کہہ لو یا زرتاج کے حسن کا جادو...... مگر آج احساس ہوتا ہے کہ صرف ''حسن'' کے زور پر دل زیادہ دن نہیں بہل سکتا۔ شاید میں اس وقت اتنا پختہ نہیں تھا یا پھر اسے گنوا کر اس کی قدر محسوس ہوئی ہے۔

ویسے تمہیں یاد ہوگا، جب ہم لوگ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے، تب میں واقعی اس معاملے میں اتنا سیریس نہیں تھا، حالانکہ اس کے گھر بھی جاتا تھا، پاپا سے بھی علیک سلیک تھی۔

بس یار......! جلد بازی میں بڑی چوک ہو گئی ہے۔ کوئی بھی اس کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ میں کس مشکل میں ہوں، شاید تمہیں اندازہ نہ ہو۔

مجھے تو زرتاج کے ساتھ غیر معمولی حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے کہ کہیں اسے ''شک'' نہ ہو جائے۔ اب تو بچوں کا بھی ساتھ ہے، گھر بنا ہوا ہے، تم اسے سمجھانا یار...... ویسے میں کل آؤں گا، بتا دینا اسے۔''

زرتاج کو چکر آ گیا۔ اس نے دیوار تھام لی۔

وجود میں جیسے طوفان اُتر گیا تھا۔

''مجھے تو زرتاج کے ساتھ ''غیر معمولی'' حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔''

یہ جملہ نیزے کی اَنی بن بن کر اس کے کلیجے میں اُتر رہا تھا۔

وہ بمشکل خود کو کھینچتی ہوئی ڈائننگ روم کی طرف لے آئی تا کہ فریج سے ٹھنڈا پانی نکال کر

پیئے مگر آصف کی آواز پر قدم جم گئے۔ وہ ربیعہ سے مخاطب تھے۔

''تم نے امی سے کیوں کہلوایا.....؟''

اگر تم ڈائریکٹ مجھ سے کہتیں تو کیا میں تمہیں سوٹ دلانے سے انکار کر دیتا.....؟''

''مجھے معلوم ہے، میری کل کی بات پر تمہارا موڈ آف ہے۔''

''چھوڑو یار..... غصہ تو اِدھر آتا ہے، اُدھر چلا جاتا ہے۔ غصہ تو دراصل اسی بات پر ہے کہ تم نے میرا وجود، میرا دل اپنے قابو میں رکھا ہے۔

یہ تمہارا ناراض ناراض سا انداز.....

یقین کرو، سارا دن آفس میں مجھے اپنی زیادتی پر ملال ہوتا رہا مگر پھر کچھ بات ہوگئی اور مجھے غصہ آ گیا۔ خیر جانے دو، اس سے کیا ہوتا ہے۔ اپنی ان پریشان زُلفوں کو سمیٹو اور.....'' وہ شرارت سے کچھ کہتے کہتے رُک گئے۔

''بھئی.....! تمہیں ناراض کر کے کدھر جائیں گے.....؟ تم سے تو ہمارا گھر آباد ہے، ہمارا دل آباد ہے۔''

⌘ ⌘ ⌘